''الشمائل النبوية والخصائص المصطفوية'' للامام الترمذیؒ

ایک مطالعہ

از: مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی

شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گفتگو سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی دو جہتیں ہیں، جو ہمیں دعوت وفکر ونظر فراہم کرتی ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی امتیازات کیا ہیں؟ اوران میں کتنی وسعت وہمہ گیری ہے، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ظاہری وباطنی خط وخال کیا تھے؟ اوران میں اورآپ کی لائی ہوئی تعلیمات میں کتنی ہم آہنگی اور توازن تھا؟ ان میں سے پہلی چیز کوتعلیماتِ نبوی سے موسوم کیا جاتا ہےاور دوسری کوسیرت نبوی اورشمائل نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شمائل کی لغوی واصطلاحی تعریف:

شمائل جمع ہے ''الشِّمال'' کی جیسا کہ ''لسان العرب'' میں مذکور ہے، الشمال: الخُلُق، والجمع ''الشمائل''۔

شمائل جمع ''الشمال'' معنی: طبیعت، عادت، سیرت، جیسا کہ بولتے ہیں ''ليس مِنْ شِمالى أنْ أعْمَلَ بِشِمَالي'' (المنجد اردو مکتبہ مصطفائیہ، دیوبند)

جمع الوسائل مؤلفہ ''ملاعلی قاری'' میں شمائل کی وضاحت ان الفاظ میں مذکور ہے:

سُمِّيَ الكتابُ بِالشَمائِل بالياء جمع شِمالٍ بالكسر بمعنى الطبيعةِ، لا جمعُ شمأل.

اصطلاح میں ''شمائل'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واحوال اور عادات کو کہتے ہیں اور بالفاظ دیگر ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے اخلاق وعادات، فضائل وشیم اورشب وروز کے معمولات کی تفصیلات کا نام ہے۔(۱)

مطالعۂ سیرت —— مقصد و اہمیت:

تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ اعظم اور اپنے پیغمبرِ خاتم ﷺ کی سیرت کے سلسلے میں جو اعتنا کیا ہے، اس کی نظیر نہیں مل سکتی اور یقیناً یہ سعادت اور امتیاز صرف اس امت کو حاصل ہے اور بقول علامہ شبلی نعمانیؒ:

''مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہوسکے اور نہ آئندہ توقع کی جاسکتی ہے۔'' (۲)

آپ ﷺ کی سیرت نگاری کا مقصد یہ نہیں ہے کہ محض تاریخی حیثیت سے لوگ اسے پڑھیں اور جانیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی داستانِ حیات ''رستم وسہراب'' کا قصہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خیالی کردار ہے اور اسی طرح اس کا مقام یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم اسے علم وادب کی تفریحی چوپال کا موضوع بنائیں؛ بلکہ اس کا عظیم مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے محاسن اور اوصافِ حمیدہ واخلاقِ فاصلہ کا مطالعہ آپ ﷺ کی محبت ورضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، جیسا کہ قرآن کا واضح پیغام ہے: "إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ" ۔ (آل عمران:۳۱)

اسی کے پیشِ نظر آپ کی حیاتِ مبارکہ پر ان گنت کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی؛ تاکہ دنیا کے سامنے فضائلِ اخلاق کا ایک آئیڈیل رہے، جیسا کہ علامہ شبلیؒ رقم طراز ہیں:

''سب سے زیادہ صحیح، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ علمی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے، نہ تحریری نقوش پیش کیے جائیں، نہ جبر وزور سے کام کیا جائے؛ بلکہ فضائلِ اخلاق کا ایک پیکرِ مجسم سامنے آجائے جو خود ہمہ تن آئینۂ عمل ہو، جس کی ہر جنبشِ لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے اور جس کا ایک ایک اشارہ اوامر سلطانی بن جائے، دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب ان ہی نفوسِ قدسیہ کا پرتو ہے، دیگر اور اسباب صرف ایوانِ تمدن کے نقش ونگار ہیں۔'' (۳)

اب مطالعۂ سیرت کے جو اہم اور خاص مقاصد ہیں، انھیں نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے؛ تاکہ اس کی افادیت پوری طرح عیاں ہوجائے۔

١- إنَّ الدَّارِسَ لِسِيرَةِ الرَّسولِ ﷺ يَقِفُ عَلى التَّطبِيقِ العَلَمِيِّ لِلرَّسولِ ﷺ وَأصحَابِهِ لأحكامِ الإسْلَامِ التي تَضَمَّنَتْها الآياتُ القرآنيةُ والأحاديثُ النبويةُ الشريفةُ في مَجالاتِ الحياةِ المُختَلِفَةِ.

٢- إنَّ الاقتداءَ بِرَسُولِ ﷺ يَقتَضِي مَعرِفَةَ شَمَائِلِهِ وَأحوَالِهِ وَدَلائِلِ نُبوتِهِ وخَصَائِصِهِ ﷺ في المَجالاتِ المُختَلِفةِ، مَنْ عَرَفَ شَمَائِلَهُ وأحوالَهُ المذكورةَ وَأحَبَّهُ واقتدىٰ بِهِ....

٣- إنَّ الاقْتِدَاءَ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأتباعِهِ دَلِيلٌ عَلى مَحبَّةِ العَبدِ ربَّهُ، وَسَينَالُ العَبدُ مَحبَّةَ اللّٰهِ لَهُ...

٤- أنَّ خَصَائِصَ النَّبي ﷺ لَا تُعرَفُ إلَّا فِي ضَوْءِ مَعْرِفَةِ سِيرَتِهِ.

٥- يَجِدُ المَرءُ فِيْ سِيرَةِ الرَّسُولِ مَا يُعِينُهُ عَلى فَهمِ كتابِ اللّٰهِ تعالىٰ وسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ. (۴)

مندرجہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ مطالعۂ سیرت کا مقصد یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی عملی صورت ہمارے سامنے آسکے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی اقتدا و اتباع آپ ﷺ کے احوال وحالات کی معرفت کی غماز ہوتی ہے اور سب سے بڑا فائدہ اس کا یہ ہے کہ قرآن وسنت کا اصلی فہم نصیب ہوتا ہے۔

امتِ مسلمہ کا یہ وصفِ ممتاز ہے کہ اس نے اپنے قائدِ اعظم اور محسن انسانیت ﷺ سے حد درجہ لگاؤ وانسیت کی بنا پر آپ ﷺ کی پوری زندگی کے حالات محفوظ کرلی ہے۔ مثلاً ہر موقع کے افعال واقوال، رفتار وگفتار، عادات واطوار، معاملات ومجاہدات اور ملبوسات وغیرہ۔

اسی اسوۂ حسنہ کی آئینہ دار شمائلِ نبوی ﷺ ہیں اور آپ کے شمائل کی دو حیثیتیں ہیں، ایک خَلقی اور دوسرے خُلقی۔

خَلقی سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے اندر کون کون سے اوصافِ جمیلہ ودیعت کیے گئے تھے۔ اور آپ ﷺ کے جسم کی بناوٹ اور ساخت کس انداز کی تھی؟ اور خُلقی سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ گھر کے لوگوں کے ساتھ "خَيرُكُم خَيرُكُم لِأهلِهِ وَأنَا خَيرُكُم لِأهلِيْ" کی عملی صورت کیا تھی اور نیز آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے شبانہ روز کے معمولات کیا تھے؟ (۵)

آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے کو محفوظ کرنے کی کیا حکمت کارفرما تھی؟ اسے مندرجہ ذیل اقتباس سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ''آپ ﷺ کے اقوال وافعال، وضع وقطع، شکل وشباہت، رفتار وگفتار، مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریقِ معاشرت، اکل وشرب، نشست وبرخاست اورسونے جاگنے کی ایک ایک ادا محفوظ کرلی گئی، اوراس سے قدرتی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب کے اصول وتعلیمات وقتی تھے۔ ابدی نہ تھے۔'' (۶) قرآن کریم نے اس ابدیت اورحکمت کو یوں اعلان کیا: ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْن'' (الانبیاء:۱۰۷)

عصرِ حاضر میں اسوۂ نبوی ﷺ کی اہمیت ومعنویت:

عصرِ حاضر میں اس کی اہمیت ومعنویت دو چند ہوگئی ہے۔ جہاں پر اسلام دشمن طاقتیں اسلام کو مٹانے اورآپ ﷺ کی زندگی پر خردہ گیری کررہی ہیں، غرض یہ کہ شرارِ بولہبی چراغِ مصطفوی کو خاکستر کردینا چاہتی ہے؛ لیکن اس شرارے میں انشاء اللہ وہ خود بھسم ہوجائے گی ع

خاک ہوجاتے ہیں سورج کو بجھانے والے

ایسے پرفتن حالات میں دنیا کے سامنے آپ ﷺ کی زندگی کو جدید اسلوب میں اعلیٰ ماخذ کی روشنی میں شائع کرنا وقت کی اہم ضرورت اورآواز ہے اورایسا کرنا عصرِ حاضر میں ناگزیر بھی ہے؛ تاکہ دنیا کو یہ معلوم ہوسکے کہ نبیِ برحق اوراخلاق کے پیکر کا اصلی چہرہ یہ ہے، نہ کہ جو اسلام دشمن مصنّفین اورمیڈیا دنیا کے سامنے پیش کررہا ہے، اس کی تازہ مثال ۹/۱۱ کی برسی پر ۹/ستمبر ۱۰ء کو ''پیری جونس'' کی شرارت کے جواب میں بعض اسلامی تنظیم کی جانب سے وہاں پر ایک پروگرام منعقد ہوا، جس میں اعلیٰ پیمانے پر قرآن تقسیم کیا گیا اور دو ہفتے کے مختصر وقفے میں ۱۵۰ سے زائد لوگ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اور یہ ''وَعَسیٰ أَنْ تَكْرَهُو شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسیٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُو شَرٌّ لَكُمْ''۔ (البقرہ:۲۱۶) کی بہترین مثال ہے یعنی ہر شر میں خیر کا پہلو یہ سنتِ الٰہی ہے، ذرا سا صبر اور ہوش مندی سے کام لینے پر اس کے خوش گوار اور دوررس نتائج سامنے آتے ہیں۔ کسی کے حاشیۂ خیال میں نہیں تھا کہ اس موقع پر ''جونس'' کی بیٹی کا یہ ریمارک سامنے آئے گا۔ ''میرا باپ پاگل ہوگیا ہے'' (راشٹریہ سہارا اردو ۱۷/ستمبر ۱۰ء) اس موقع پر مشہور سیرت نگار مولانا نعیم صدیقیؒ کا یہ اقتباس لائق تحسین ہے:

''حق یہ ہے کہ اصل مجرم ہم خود ہیں اور ہم ہی محسنِ انسانیت کی شخصیت، پیغام اور

کارنامے کو دنیا سے بھی اوجھل رکھنے والے ہیں اور اپنی نگاہوں سے بھی چھپانے والے ہیں۔ آج محسنِ انسانیت کی ہستی کا ازسرنو تعارف کرانے کی ضرورت ہے اور یہ خدمت شاید جوہری توانائی کے انکشاف سے بڑی خدمت ہوگی۔'' (۷)

قرآن کریم نے آفتاب کو سراج سے تعبیر کیا ہے، اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کو سراج کہا ہے جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی سے تمام کرۂ ارض کی ظلمتیں کافور ہوگئیں؛ کیونکہ یہ سند رب العالمین کی بارگاہ سے آپ کو ملی ہے۔

إِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا. وَدَاعِياً إِلى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجاً مُنِيرًا. (الاحزاب:۴۵-۴۶)

اے پیغمبر اسلام ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادتِ انسانیت کی خوش خبری پھلانے والا، اللہ کی طرف اس کے حکم سے اس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لیے ایک چراغِ نورانی بنا کر بھیجا ہے۔ (۸)

دنیا میں جس قدر بادشاہ ہوئے ہیں، اگر ان کے کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو اس کا ماحصل یہی ہوگا کہ جو جس قدر بڑا بادشاہ تھا اتنا ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والا تھا اور اتنا ہی وہ انسانوں کی بربادی ونحوست کا باعث بنا۔ مثلاً سکندر دنیائے قدیم کا سب سے بڑا فاتح (Victor) تھا اور اس کے خمیر میں یہ شامل تھا کہ وہ تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرائے گا اور اگر آج دنیا اسے یاد کرے تو یہ یادکن واقعات کی یاد تازہ کریں گے۔ بقول مولانا ابوالکلام آزادؒ ''یہ دنیا کی ویرانیوں، ہلاکتوں اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا۔ جو اسے ہاتھ آئے گا'' حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مقدس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مصر کی ایک جابر وظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی.... حضرت مسیحؑ نے کہا کہ میں صرف توراۃ کو قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا ہوں...اور گوتم بدھ کی تمام تعالیم ووصایا کا ماحصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ ''نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہوسکتی۔'' (۹)

اسی طرح سے قرآن کریم نے اگر کسی نبی یا رسولؐ کے اسوہ کو کامل اسوہ قرار دیا ہے تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب:۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ ہے اور تمام شعبۂ زندگی میں آپ کا نمونہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، جیسا کہ آپ کی کاملیت کی تصویر کشی علامہ

سید سلیمان ندویؒ نے اس طرح کی ہے:

''کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو، جب تک وہ کامل نہ ہو ہمارے لیے نمونہ نہیں بن سکتی، کسی زندگی کا کامل اور ہر نقص سے بَری ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زندگی کے تمام اجزاء ہمارے سامنے نہ ہوں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے لے کر وفات تک ان کے زمانے کے لوگوں کے سامنے اور ان کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے، ان کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ اپنے اہلِ وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہوکر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔'' (۱۰)

تنگ آجائے گی خود اپنی چلن سے دنیا
تجھ سے سیکھے گا زمانہ ترے انداز کبھی

(کیفی مرحوم)

شمائل ترمذی کا ایک طالب علمانہ جائزہ:

اہل علم کے نزدیک گو ترمذی کا درجہ صحیحین کے بعد ہے؛ لیکن اس کی بعض خصوصیات کی بنا پر اس کا افادہ صحاح کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے، چنانچہ شیخ الاسلام اسماعیل ہرویؒ رقم طراز ہیں کہ:

''ترمذی''، بخاری اور مسلم سے زیادہ فائدہ بخش ہے، ان دونوں کتابوں سے صرف صاحب کمال اور صاحب نظر فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور ترمذی میں احادیث کی ضروری شرح بھی کردی ہے۔ اس لیے محدثین اور فقہاء وغیرہ ہر طبقہ کے لوگ مستفید ہوسکتے ہیں۔ (۱۱)

امام ترمذی نے شمائل ترمذی کے لیے وہی اعتنا کیا ہے جو انھوں نے سنن ترمذی کے لیے کیا ہے، ہمارے پیشِ نظر اس کا ایک علمی جائزہ مقصود ہے؛ اس لیے قدرے تفصیل سے بات آگے بڑھے گی؛ تاکہ پوری بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

یہ کتاب مختصر ضرور ہے؛ لیکن اپنی جامعیت کے اعتبار سے بے نظیر ہے، اس میں آپ ﷺ کی پوری زندگی کا پورا مرقع، سامنے آگیا ہے؛ چنانچہ صاحب ''مواہب لدنیہ'' جو شمائل ترمذی کے محشی ہیں لکھتے ہیں کہ امام ترمذی کی ''جامع''، تمام حدیثی اور فقہی فوائد اور سلف وخلف کے مذاہب

کی جامع ہے، مجتہد کے لیے کافی ہے اور مقلد کو دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے اور جس گھر میں یہ جامع ہوتو گویا اس گھر میں نبی بات کررہا ہے، "قَالَ المصنِّفُ مَنْ کانَ فِي بَيتِهِ هَذا الكتابُ يَعنِي جامِعَه فكأَنَّما فِي بيتِهِ نبيٌّ يَتَكَلَّمُ" (۱۲)

شمائل ترمذی کے بعد اس موضوع پر اور بھی کتابیں لکھی گئی ہیں؛ لیکن ان میں اولیت کا سہرا امام ترمذی کے سر جاتا ہے، کہ انھوں نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب لکھی، کشف الظنون میں شمائل ترمذی کے علاوہ دو اور "کتابوں کا نام ملتا ہے، ایک ابوالعباس جعفر بن محمد المستغفری المتوفی ۴۳۲ھ کی "شمائل النبی" ہے اور دوسری ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم فزاری المعروف بہ ابن المقری غرناطی المتوفی ۵۵۲ ہجری کی "شمائل بالنور الساطع الکامل" ہے۔ (۱۳)

اسی طرح سے اور محدثین اور علمائے عظام کی کتابیں اس موضوع پر ملتی ہے مثلاً:

(۱) دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال الشریعہ - ابوبکر البیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ)۔

(۲) الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ - قاضی عیاض (المتوفی ۵۴۴ھ)، یہ کتاب شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تعلیق کے ساتھ دمشق سے شائع ہوئی ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے، الانوار فی شمائل النبی المختار - حسین بن مسعود البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ)۔

(۳) احوال النبی ﷺ - د.مہران ماہر عثمان نوری۔

(۵) اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآدابہ - ابن حبان الاصفہانی (المتوفی ۳۶۹ھ)، یہ کتاب عبداللہ محمد الصدیق العمادی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد کتابیں اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں، "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ان ہی چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی کی شمائل کو جو قبولیت حاصل ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی نے شمائل کے اس مجموعہ میں ان تمام روایتوں کو جانچ پرکھ کر قلم بند کیا ہے اور ساری روایتوں کو معتبر اور صحیح سندوں کے ساتھ جمع کیا ہے اور یہ اپنی گوناگوں افادیت کے پیشِ نظر آج مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے اور بہت سے علماء ومحدثین نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، چند مشہور شرحیں یہ ہیں:

۱- اشرف الوسائل فی شرح الشمائل: حافظ ابن حجر مکی (م ۹۷۳ھ)

۲- شرح شمائل: مصلح الدین محمد بن صلاح بن جلال اللاری ۹۷۹ھ

۳- زہر الخمائل علی الشمائل: حافظ جلال الدین السیوطی

۴- جمع الوسائل: نورالدین علی بن سلطان محمد القاری المعروف بہ ملا علی قاری (م ۱۰۱۶ھ)

۵- شرح شمائل: مولانا عصام الدین اسفرائنی (م ۹۴۳ھ)

اس کا قلمی نسخہ مصر اور خدابخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

۶- مختصر الشمائل: الشیخ ناصر الدین البانی۔(۱۴)

اسی طرح اردو میں بھی اس کی کئی مشہور شرحیں متداول ہیں، جیسے (۱) انوار محمدی ترجمہ شمائل ترمذی مترجمہ مولانا کرامت علی جون پوری، پہلی بار یہ شرح ۱۲۵۲ھ میں بہ زبان ہندی یعنی قدیم اردو جو اس زمانے میں رائج تھی محمدی چھاپہ خانہ کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ اور یہ کتاب ایک طرح سے کمیاب تھی اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانا دقت طلب تھا، اس لیے مولانا مجیب اللہ ندویؒ نے تصحیح اور نظر ثانی کے بعد اگست ۱۹۹۶ء ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ سے جدید ایڈیشن شائع کیا۔

(۲) خصائص نبوی ترجمہ شمائل ترمذی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے اس کا ترجمہ وتشریح بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیا ہے اور ساتھ ہی اکابر کے افادات کو جمع کر دیا ہے اور یہ شرح ۱۳۴۴ھ میں شائع ہوئی۔

(۳) شرح شمائل ترمذی یہ مولانا عبدالقیوم حقانی کی سلیس اردو زبان میں ہے اور نیز لغوی اور تحقیقی افادات پر مشتمل جامع شرح ہے، ''القاسم اکیڈمی'' جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد پاکستان سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی ہے۔

(۴) تلخیص شمائل الترمذی ڈاکٹر ابرار اعظمی نے عام لوگوں کے لیے اسناد کو حذف کر دیا ہے اور مولانا کرامت علی کے لفظی ترجمہ کو بنیاد بنا کر سلیس اردو زبان میں پیش کیا ہے، ''نونہال اکیڈمی'' خالص پورا اعظم گڈھ سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

اس مفصل گفتگو کے بعد اب شمائل میں آنے والی روایات میں سے چند روایتوں کو پیش کیا جاتا ہے اور ان کا مقابلہ صحیحین اور موطا امام مالک کی روایتوں سے کیا جاتا ہے، تاکہ اوپر جو دعویٰ کیا گیا ہے کہ امام ترمذی نے روایتوں کو جانچ پرکھ کر اس مجموعے کو تیار کیا ہے، اس کو بدلائل ثابت کیا جائے؛ تاکہ شمائل ترمذی کی اہمیت ومقام کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

امام ترمذی نے آپ ﷺ کے خدوخال کے سلسلہ میں "باب ما جاء فی خُلقِ رسولِ

اللّٰہ ﷺ" کے ضمن میں مختلف اکابر صحابہ کی روایات درج کی ہیں، ان روایتوں میں پہلی روایت انس بن مالک سے مروی ہے اور بعینہ اسی روایت کو امام مالک نے اپنی موطا میں درج کیا ہے؛ لیکن امام موصوف نے موطا کے "کتاب الجامع" میں ایک باب "ماجاء فی صِفَةِ النبی ﷺ" کے تحت اس روایت کو نقل فرمایا ہے، وہ حدیث یہ ہے: "حَدَّثَنِي عَنْ مالكِ بْنِ عَنْ ربيعة بِن أبِي عبدِ الرحمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّه سَمِعَهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ البَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالأبيضِ الأمْهَقِ وَلَا بِالأدمِ وَلَا بِالْجعْدِ القَطَطِ وَلَا بِالسبِطِ بَعَثَه اللّٰهُ تعالٰى عَلٰى رأسِ أربعينَ سنةً فَأقَامَ بِمَكةَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَبِالمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ فتوفَّاهُ اللّٰهُ تعالٰى على رأسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأسِه وَلِحْيَتِه عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ ﷺ" (۱۵)

اسی طرح سے امام ترمذی نے "باب ما جاءَ فی شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" کے تحت چند احادیث درج کی ہیں، ان میں سے دو حدیث امام مسلمؒ نے "باب الفضائل" کے ضمن میں باب صفة شعر النبی ﷺ کے عنوان کے تحت جمع کیا ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں:

۱- حَدَّثَنَا يَحيىٰ وأبو كُرَيبٍ قَالَا حَدَّثَنا إسْمَاعِيلُ ابنُ علية عن حُميد عن انسٍ قال كان شَعْرُ رسولِ اللّٰه ﷺ إلى أنْصَافِ أُذُنَيْهِ. (۱۶)

امام ترمذی نے جو روایت درج کی ہے اس کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے، مثلاً اسی روایت کو اس طرح درج کیا ہے: ".... عَنْ أنسٍ أنَّ شَعَرَ رَسولِ اللّٰه ﷺ كان إلى أنصافِ أذُنَيْه"(۱۷)

۲- حدَّثنا قتادةُ لِأنسِ بْنِ مالكٍ كيفَ كان شَعْرُ رسولِ اللّٰه ﷺ قال كان شَعراً رجلاً ليس بالجَعْدِ ولا السَّبطِ بينَ أُذنيه وعاتِقِه. (۱۸)

اسی روایت کو امام ترمذیؒ نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ جمع کیا ہے مثلاً "عَنْ قتادةَ قال قلتُ لِأنَسٍ كيفَ كان شَعْرُ رسولِ اللّٰه ﷺ قال لَمْ يكنْ بِالجَعْدِ ولَا بِالسبطِ كان يَبْلُغُ شعرُه شَحمةَ أذنَيْه. (۱۹)

امام ترمذیؒ نے "باب ماجاء فی وفاة رسول اللّٰه ﷺ" کے تحت کئی روایتیں حضرت عائشہؓ ام المومنین کے حوالے سے درج کی ہیں۔ یہاں پر دو روایتیں بخاری شریف سے اس سلسلے میں نقل کی جاتی ہیں جو کہ حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہیں:

۱- ”حدثنا ابن هشامِ بن عُروةَ عن عُبادةَ بنِ عبدِاللّٰهِ بنِ الزُّبیرِ أنَّ عائشةؓ أخبرَتْهُ اَنَّها سَمِعَتِ النبيَّ ﷺ وَأَصْغَتُ إليهِ قَبلَ أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ مُسنَد إلى ظهرِه يقول ”اللّٰهم اغْفِرلِي وَارْحَمْنِي وَاَلْحِقْنِي بالرفيق“۔(۲۰)

۲- حدَّثنا عَنْ مُسلم حدَّثنا شعبةُ عن سَعْدٍ عن عُروةَ عن عائشةَ قالت لَمَّا مَرِضَ النبيُّ ﷺ المرضَ الذي ماتَ فيه جَعَلَ يقولُ ”فی الرفيق الأعلى“(۲۱)

مندرجہ بالا دونوں روایتیں شمائل ترمذی میں ان الفاظ میں حضرت عائشہؓ ہی سے بھی مذکور ہیں؛ البتہ پہلی روایت کے الفاظ قدرِ مختلف ہیں، مثلاً ”عن عائشةَ قالت كنتُ مسندةَ النبی ﷺ إلى صَدْرِي أَوْ قَالَتَا إلى حِجْرِي...“(۲۲)

عن القاسم بنِ محمدٍ عَنْ عائشةؓ أنها قالت رأيتُ رسولَ اللّٰه ﷺ وهو بالموتِ... ثم يقول اللّٰهمَّ أعني عَلىٰ منكرَّاتِ أو قال عَلى سَكَرَاتِ الموتِ.(۲۳)

ولیعلم الطالبُ أن السیر تَجْمَعُ ما صَحّ وما قد اُنْكِرا

(حافظ زین الدین عراقی)

یعنی طالب علم کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ سیرت صحیح اور غیر صحیح روایات کا مجموعہ ہوتی ہے، حافظ عراقی کے اس ریمارک سے صاف واضح ہے کہ مرورِ وقت کے ساتھ علماء میں یہ ایک عام خیال پیدا ہوگیا تھا کہ فضائل ومناقب میں روایتوں کے سلسلے میں تحقیق وتنقید کی چنداں ضرورت نہیں ہے؛ لیکن امام ترمذی نے انتہائی احتیاط وجرح وتعدیل کے بعد ایک ایسا مجموعہ تیار کیا ہے ”جس میں تمام روایتوں کے معتبر اور صحیح ہونے کا خصوصی التزام کیا گیا ہے“(۲۴) البتہ صحاح ستہ میں جن کتابوں میں شمائل سے بحث کی گئی ہے، ان کی مزید روایات کا باہمی موازنہ ومقابلہ کرکے ان کے مجموعہ کی اہمیت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

امام ترمذی شمائل میں ۹۷ صحابہ اور صحابیات کی روایت نقل کی ہیں، ان روایتوں میں سب سے زیادہ تفصیل حضرت حسن اور حسین کی اس روایت میں، جو انھوں نے آپ ﷺ کے ربیب ہند ابی ہالہؓ سے کی ہے، اس کے بعد حضرت علیؓ، حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایات مذکور ہیں، امام حسنین جب ہند ابی ہالہؓ سے روایت نقل کرتے تھے تو ہند بن ابی ہالہؓ کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے تھے ”كانَ وَصّافاً للنبی ﷺ“ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرنے والے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ تھے۔(۲۵)

ترتیب ابواب کی معنویت:

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آب دار موتی اور اسوۂ کاملہ کے لعل وگہریوں تو احادیث وسیر کی دوسری کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں؛ لیکن ان بکھرے ہوئے لعل وگہر کو قرینے سے جس طرح امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے ایک لڑی میں پرویا ہے، یہ ان ہی کا حصہ ہے اور اس سلسلہ میں اولیت ان ہی کو حاصل ہے۔

شمائل ترمذی کے ابواب پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس شمائل کے مجموعہ کو حد درجہ مہارت وقابلیت سے جمع کیا ہے، ایک ہی نگاہ میں ایک کامل شخصیت کے جو بنیادی خدوخال ہوسکتے ہیں، سامنے آجاتے ہیں؛ چنانچہ پیدائش سے لے کر وفات تک کے احوال کو ایک گلدستہ کی شکل میں جمع کردیا ہے، مثلاً گلدستہ کی ہر کلی اور ہر پھول کو وہیں پر رکھا ہے جہاں پر وہ مناسب تھا۔

بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے ہر گوشے کی تصویر کشی ایسی دل کش انداز میں کی ہے، جیسے شمائلِ نبوی ایک خوبصورت چمن ہو اور اس چمن میں ہر پھول وہیں پر قرینے سے سجائے گئے ہیں، جہاں پر وہ مناسب تھے۔ اور ایک مثال سے ترتیبِ ابواب کی ہم معنویت کو واضح کرنا چاہتے ہیں، شمائلِ محمدی ایک خوبصورت البم ہے اور اس البم میں مختلف تصویروں کو اس خوش سلیقگی سے اور نفاست سے سنوارا گیا کہ کہیں سے کوئی نقص دکھائی نہیں دیتا؛ بلکہ اس کا ایسا سما جاذبِ نظر ہے کہ کہنا پڑتا ہے ع

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں

عام مسلمانوں پر شمائل کے اثرات وفوائد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل ایک انسان ہی کی نہیں؛ بلکہ ایک انسان ساز کی داستان ہے، غارِ حراء سے لے کر غارِ ثور تک، حرمِ کعبہ سے لے کر طائف کے بازار تک، ازواجِ مطہرات کے حجروں سے لے کر میدانِ جنگ تک وسیع وعریض ہے اور بقول نعیم صدیقی ''اس کے نقوش بے شمار افراد کی کتابِ حیات کے اوراق کی زینت ہیں، ابوبکر وعمر، عثمان وعلی، عمار ویاسر، خالد وخویلد اور بلال وصہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین، سب کے سب ایک ہی کتابِ سیرت کے اوراق ہیں۔(۲۶)

محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کے علاوہ عام لوگ بھی قیامت تک استفادہ کرتے رہیں گے اور پوری انسانیت نورِ محمدی سے فیض یاب ہوتی رہے گی اور اس سچائی کا اعتراف تاریخ ان لفظوں میں کرتی رہے گی اور بقول سید سلیمانؒ ”غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لیے سامنے ہیں؛ لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصنافِ انسانی میں سے کسی کی زندگی نوعِ انسانی کی سعادت، فلاح اور ہدایت کی ضامن اور کفیل اور اس کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہیں؟۔(۲۷)

❁ ❁ ❁

مراجع

(۱) سیرت نبوی کے قدیم واولین مآخذ اوران کا تنقیدی جائزہ از ڈاکٹر تقی الدین ندوی، معارف دارالمصنّفین، ص۴۴، جون ۸۱ء ۔

(۲) علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ج۱،ص۲۴، مکتبہ مدنیہ لاہور ۱۴۰۸ھ۔

(۳) علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ج۱،ص۱۸، مکتبہ مدنیہ لاہور ۱۴۰۸ھ۔

(۴) الدکتور مہدی رزق اللہ احمد ”السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الأصلیہ، دارإمام الدعوہ للنشر والتوزیع، الریاض ۱۴۲۴ھ۔

(۵) مولانا کرامت علی جون پوری، انوار محمدی ترجمہ شمائل ترمذی، ص۹، ندوۃ التالیف والترجمہ، جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ، جدید ایڈیشن، اگست ۱۹۹۶ء ۔

(۶) معارف، ص۴۳، جون ۸۱۔

(۷) محسنِ انسانیت، نعیم صدیقی، ص۱۷-۲۷، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، مارچ ۱۹۹۵ء ۔

(۸) مقالاتِ ابوالکلام آزاد، ص۴۳، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی۔

(۹) ایضاً، خلاصہ ۳۴-۴۲۔

(۱۰) خطباتِ مدارس، ص۷، سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڈھ۔

(۱۱) مولانا ضیاء الدین اصلاحی، تذکرۃ المحدثین، ج۱،ص۳۲۶، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ۔

(۱۲) مواہب لدنیہ، ص۷، شیخ ابراہیم البیجو پوری، طبع ندارد۔

(۱۳) حاجی خلیفہ کشف الظنون، طبع ندارد، ج۲،ص۶۷۔

(۱۴) تذکرۃ المحدثین، ج۱،ص۳۴۱ و۳۴۲۔

(۱۵) موطا امام مالک، کتاب الجامع باب ماجاء فی صفۃ النبیؐ، حدیث نمبر ۳۴۰۳۔

(۱۶) الصحیح لمسلم کتاب الفضائل باب صفۃ شعر النبیؐ ص ۶۲۱۵، المکتبہ الشاملہ، سعودی عربیہ۔

(۱۷) شمائل للترمذی، ص ۴، باب ماجاء فی شعر رسول اللہؐ۔

(۱۸) الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل باب صفۃ شعر النبیؐ، حدیث نمبر ۶۲۱۳۔

(۱۹) شمائل للترمذی، ص ۴، باب ماجاء فی شعر رسول اللہؐ۔

(۲۰) الصحیح للبخاری، حدیث ۴۴۴۰، الجزء السادس باب مرض النبیؐ، المکتبۃ الشاملہ، سعودی عربیہ۔

(۲۱) ایضاً، حدیث ۴۴۳۶۔

(۲۲) شمائل للترمذی باب ماجاء فی وفات رسول اللہؐ ص ۲۸۔

(۲۳) ایضاً۔

(۲۴) معارف جون ۸۱ء، ص ۴۴۲۔

(۲۵) شمائل للترمذی، ص ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ۔

(۲۶) نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت، مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۹۹۵ء۔

(۲۷) خطباتِ مدراس، ص ۱۶، سید سلیمان ندوی، زکریا بک ڈپو دیوبند ۱۹۹۶ء۔